پردے کا مسئلہ





نعمان نیئر کلاچوی

پردے کا مسئلہ

نعمان نیئر کلاچوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام مقالہ	پردے کا مسئلہ
مصنف	نعمان نیئر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی،ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	مارچ،2026

فہرست

پیش لفظ

ہماری پہلی بنیادی بدنصیبی یہ ہے کہ ہم نے صدیوں سے قرآن پر براہِ راست غور کرنا ترک کررکھاہے اوردوسری یہ کہ اگر آج کوئی سرپھِرا براہِ راست قرآن پر غور کرنے کی درخواست کرے تو اُسے واشگاف الفاظ میں کہہ دیاجاتاہے کہ اَجی ہم باپ داداکے دین کو چھوڑ کر آپ کی بات کیوں سُنیں۔ دونوں جہالتوں کارَد اب قرآن ہی سے سن لیں۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا۔

یہ لوگ قرآن پر براہِ راست غور کیوں نہیں کرتے؟، کیا اِن کے دلّوں پر تالے لگ چکے ہیں۔(سورہ محمد۔ آیت 47)

کچھ لگی سمجھ؟، یعنی جن کے دلّوں پر تالے نہ لگے ہوں تو وہ قرآن پر براہِ راست غور کر ہی لیتے ہیں۔ اب سنئے دوسری جہالت کارَد۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ شَیۡئًا وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ۔

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ پیروی کرو اُس کی جو اللہ کی طرف سے نازل ہو چکا ہے یعنی قرآن تو یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو پیروی کریں گے اُس کی جو ہمارے باپ دادا سے چلا آرہا ہے، بھلے اِن کے باپ دادا پرلے درجے کے احمق اور گمراہ کیوں نہ ہوں۔ (سورہ البقرہ۔ آیت 170)

یعنی ایک مسئلہ جس پر باپ دادا پردادا لکڑدادا غور کر کے کوئی نتیجہ نکال چکے تھے اب وہ ہمارے لئے سند اور حجت بن چکا اور اب سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ ہم اُن کے فہم پر شک کر کے پھر سے خدا کی کتاب پر غور کرنے کی مشقّت اُٹھائیں۔ یہ تو ہے ہمارے دینی اخلاص کی حالت۔

مَیں اکثر عرض کرتا رہتا ہوں کہ دین میں کسی بھی انسان کا ذاتی فہم بس اتنی وقعت رکھتا ہے کہ وہ کسی سہل پسند مقلّد کیلئے دینی عمل کا عارضی جواز بن جاتا ہے ورنہ جب خدا کی کتاب آج بھی ہمارے آس پاس پڑی ہوئی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُس پر خود براہِ راست غور کرنے کی سعی نہ کریں۔

دین ہمارے لئے کبھی بھی اتنا مشکل اور اُلجھنوں کا باعث نہ بنتا اگر ہم اپنے دینی اُمور کسی مولوی یا پیر کے ہاتھ میں دینے کی بجائے خود سمجھنے کی کوشش کرتے۔

جب ایک مسلمان اپنا کاروبار اور دھندہ آگے بڑھانے کیلئے خود کو کسی مولوی یا پیر کی رہنمائی کا محتاج نہیں سمجھتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان کا سب سے اہم مسئلہ یعنی دین کو سمجھنے کیلئے یہ مولوی کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہے۔ کیا دین کوئی دھندہ ہے اور مولوی کوئی دُکاندار ہے؟۔ ہر گز ہر گز نہیں۔ نہ تو دین کوئی دھندہ یا کاروبار ہے اور نہ ہی مولوی کوئی دکاندار، اب یہ مولوی چاہے کوئی بھی ہو۔

فلہٰذا جس طرح ایک مسلمان تمام دنیاوی اُمور کیلئے خود بھاگ دَوڑ کر کے کامیابیاں حاصل کرتا رہتا ہے بالکل ایسے اِسے دین کو سمجھنے کیلئے بھی خود کو ششیں کرنا ہوں گی ورنہ اگر کوئی مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ وہ صرف کسی مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے سے خدا کے ہاں کامیاب ہو جائے گا تو یہ بالکل بھی ممکن نہیں کیونکہ یہ عدلِ الٰہی کے خلاف ہے۔ کوئی شخص صرف اِس بنیاد پر کہ چونکہ اُس کا باپ دادا مسلمان تھا اور وہ ایک مسلمان ہے کبھی نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اپنے ایمان کو شعور اور عمل کو ایمان کی پختہ بنیاد نہیں بنا لیتا۔

مسلمانیت یا اسلام کی بنیاد ہی شعوری ہے نہ کہ قانونی یا تقلیدی یعنی صرف یہ کہہ دینے سے کہ مَیں مسلمان ہوں جنت کی ٹکٹ پکی نہیں ہو جاتی۔ اگر ایسا ہے تو پھر

ایک غیر مسلم کا کیا قصور ہے وہ جو اتفاق سے ایک غیر مسلم کے گھر میں پیدا ہو گیا ہے ؟۔ پس ابھی بھی وقت ہے اپنے ایمان پر محنت کریں اور خدا کے سامنے شرمندہ ہونے سے خود کو بچا لیں ورنہ دوسروں کے شعور پر پلنے والے کسی طفیلیئے کے پاس روزِ محشر خدا کے ہاں کوئی بہانہ نہیں چلے گا کہ یا اللہ مَیں نے تو فلاں امام صاحب، مولانا صاحب یا پیر صاحب کی بات مان لی تھی، مجھے تو کچھ علم نہیں تھا۔

پردے کا مسئلہ کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی حل نہیں ہو پا رہا۔ دراصل بنیادی مسئلہ یہ رہا ہے کہ ہم نے کبھی بھی ہر قسم کے تعصب سے پاک صاف ہو کر براہِ راست قرآن پر غور کرنے کی مشقّت ہی نہیں اُٹھائی ورنہ قرآن تو اِس ضمن میں اِس قدر واضح اور دو ٹوک ہے کہ کوئی بھی سادہ عربی جاننے والا ایک عام شخص بھی خدا کی منشاء پوری طرح سمجھ لیتا ہے۔ بس یہی تمنا لیکر مَیں نے بھی آج قلم اُٹھا ہی لیا ہے کہ صرف قرآنی آیات سے پردے کی اصلیت قرآن کی تلقین کے عین مطابق واضح کر لوں۔

یاد رہے کہ قرآن کو سمجھنے کی یہ ایک خالصتاً انسانی کوشش ہے فلہٰذا مَیں اپنے استدلال کو قطعی نہیں سمجھتا اور نہ ہی مخاطب کو پابند کرتا ہوں کہ وہ ایسی قطعیت سے

اِس توضیح کو قبول کرے البتہ ایک سمجھدار مخاطب سے مَیں اتنی توقع ضرور رکھتا ہوں کہ وہ میرے استدلال اور قرآن کے متن میں مطابقت پر بغیر کسی تعصب کے غور کرے گا۔

جزاکم اللہ خیراً کثیرا

فقیر

نعمان نیئر کلاچوی

06مارچ2026ء

اُصولِ تفسیر پر ایک نظر

ہمارے ساتھ ایک سنگین حادثہ یہ ہوا کہ صحابہ اور تابعین کے بعد ہمارے جید علماء نے جب قرآن پر براہِ راست غور کرنے کی مشقّت اُٹھائی تو اپنے فہم کو ایک ایسے باقاعدہ علم کی حیثیت سے پیش کر دیا جسے بعد میں اُصولِ تفسیر کہا جانے لگا۔ پس یہ وہ کام تھا جو خود رسول اللہ نے نہیں کیا۔ آپ کے جلیل القدر صحابہ نے نہیں کیا اور صحابہ کے قابل تلامذہ بھی نہیں کیا، لیکن بعد کے علماء کو مزہ نہیں آرہا تھا کہ یہ کام آخر کیوں نہیں ہوا، چلو ہم کر لیتے ہیں۔ چنانچہ پھر ایک کے بعد ایک مفسّر صاحب نے ایسے ایسے اُصول وضع کر دیئے کہ الامان والحفیظ۔ اب جتنے مفسّر اُتنے اُصول۔

میرے پاس اتنا فاضل وقت اور ذہنی توانائی نہیں ہے کہ اب مَیں ایک ایک مفسّر کے اپنے اپنے من گھڑت اُصولوں پر فضول بحث کروں جس کا نتیجہ کوئی نہیں نکلنا۔ اِس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ مَیں خود قرآن پر غور کر کے اِس سے جو فہم باہر آتا ہے اُسے کیوں نہ بیان کر دوں۔ بھائی ایک کام جب خود رسول اللہ نے نہیں کیا اور نہ ہی کبھی ایسے کام کی کوئی تلقین فرمائی تو ہمیں کیوں کرنا چاہیئے؟۔ قرآن خدا کا کلام ہے کوئی ہومر کی "ایلیاڈ" نہیں کہ جس کا جو دل کرے ایلیاڈ کے

سر منڈھ دے۔ قرآن عربِی مبین جسے مَیں عربِی معلّٰی کہتا ہوں میں نازل ہوا ہے اور یہ اپنا مدّعا بیان کرنے میں اتنا آسان ہے کہ اتنی آسان تو "اُردو کی پہلی کتاب" بھی نہیں ہے۔

دقیق اُصولِ تفسیر لکھنے والے بزرگ پتہ نہیں یہ حقیقت کیوں بھول جاتے ہیں کہ قرآن تو ایک غیر تعلیم یافتہ انسان عزت مآب حضرت محمد ابن عبد اللہ ہاشمی ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اِس کے اوّلین مخاطب کسی رسمی تعلیم حامل نہیں تھے۔ قرآن کی زبان یعنی عربی اُن کی ایسے ہی ماں بولی تھی جیسے ہماری سرائیکی یا اُردو ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ قرآن سمجھنے کیلئے تو سولہ یا سترہ علوم کی ضرورت پڑتی ہے تب کہیں جا کر یہ سمجھ آتا ہے۔ سبحان اللہ۔ یعنی قرآن تو سمجھ آئے یا شاید کبھی نہ آئے یہ سولہ سترہ علوم پڑھتے پڑھتے ایک طالبعلم کو مولوی صاحب پورا سمجھ آجائے گا اور نہ صرف مولوی بلکہ اِس کا پورا طریقہِ واردات بھی۔

پرانے زمانے کی بات شاید کچھ اور تھی اب تو قرآنی عربی آپ کو اے آئی ماڈل چیٹ جی پی ٹی بھی بڑے آرام سے سکھا دیتا ہے۔ اِس کے بعد آپ کی اپنی محنت ہے کہ آپ قرآن سے کتنا شعوری تعلّق قائم رکھ سکتے ہیں۔ میرا یہ دعوٰی نہیں بلکہ تجربہ

ہے کہ قرآن آج بھی اپنے مخاطب سے ایسے مکالمہ کرتا ہے کہ جیسے یہ مخاطب کی ذہنی حیثیت کو پیشِ نظر رکھ کر بات کر رہا ہو۔ اللہ السمیع۔ تجربہ شرط ہے۔ بس بات یہ ہے کہ تھوڑی سی محنت کر کے سادہ قرآنی عربی سیکھ لیں۔

اب آئیے پردے کی آیات پر براہِ راست غور کرتے ہیں بغیر کسی پیشگی ذہنیت کو دماغ میں فٹ کر کے تاکہ سمجھ سکیں کہ قرآن کیا کہنا چاہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

پردے کی قرآنی وضاحت

پردہ کیا ہے؟۔ پردہ اُردو محاورے میں تو کسی آڑ کو کہتے ہیں لیکن اسلامی اصطلاح میں یہ ایک ایسا بندوبست ہے جو ایک مؤمن مرد اور عورت کے درمیان جنسی کشش کو روکتا ہے۔ یہ مؤمن مرد اور عورت آپس میں نامحرم ہوں تو یہ اہتمام کیا جاتا ہے چنانچہ اگر کوئی عورت محرم ہو یعنی ماں بیٹی اور بہن یا منکوحہ تو ایسی صورت میں پردے کا مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤمنہ عورت جب گھر سے باہر جائے گی یا اپنے گھر میں کسی نامحرم کے سامنے آئے گی تو اپنی چال ڈھال کیسی اختیار کرے گی کہ یہ پردے میں داخل ہو جائے۔ واضح رہے کہ یہاں چال ڈھال سے مراد کوئی مخصوص لباس نہیں ہے ورنہ یہ مسئلہ کبھی حل ہی نہیں ہو پائے گا کہ عورت کونسا لباس پہنے بلکہ اِس سے مراد ہے وہ عام لباس ہے جو ایک عورت گھر میں پہنے رکھتی ہے اُس کو کیسے منظّم کرے گی۔ واضح رہے کہ قرآن نے مرد اور عورت کیلئے کسی مخصوص لباس کی قید نہیں لگائی پس یہ ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت اپنے کلچر کے مطابق اختیار کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ پردے کی بنیادی ضرورت کو پورا کرتا ہو۔ پس کُرتا پاجامہ،

عبایا، حجاب، نقاب، برقع اور گاؤن میں سے کوئی بھی اسلامی لباس نہیں ہے۔ یہ سب مخصوص ثقافت کے لباس ہیں۔

مرد کیلئے اصل پردہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا ہے یعنی اگر کوئی مؤمن مرد ایک سادہ کپڑا لیکر اپنی ناف سے گھٹنوں تک کا حصّہ ڈھانپ لیتا ہے تو اب وہ گھر سے باہر بھی جا سکتا ہے اور نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔ مرد کے اِس طرز کے پردے پر تو کوئی اعتراض واقع نہیں ہوا لیکن عورت کے پردے پر کافی بحثیں ہوئی ہیں حالانکہ عورت کا پردہ بھی ویسے عام ہے جیسے کہ مرد کا کہ عورت جس طرح کا لباس عام طور پر گھروں میں پہنتی ہے وہی لباس ذرا الگ سی وضع کے ساتھ منظّم کرلے تو یہ شرعی پردہ بن جاتا ہے۔ آیئے آیت پر غور کریں۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے دوپٹے اپنے اُوپر (سینوں پر) ذرا سا نیچے لڑھکا دیا کریں، اِس سے جلدی اُن کی پہچان ہو جائے گی تو وہ ستائی نہ جائیں گی، اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

(سورہ الاحزاب۔ آیت 59)

بتائیے اِس میں کیا اُلجھن ہے ؟۔ یعنی عورتیں جو لباس گھروں میں عام طور پر پہنے ہوئے ہیں اُسی لباس کا ایک حصّہ دوپٹہ بھی ہے جسے قرآن جلباب کہتا ہے، تو اب کرنا بس یہ ہے کہ وہی دوپٹہ باہر نکلتے وقت اپنے اُوپر یعنی اپنے سینوں پر لٹکا دیں۔ آیت سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں پردہ وہی ہے جس سے عورت کی پہچان ہو سکے ورنہ ایسا لباس جس میں چہرہ چھپا لیا جائے پردے کی بنیادی ضرورت ہی غارت کر دیتا ہے۔ دیکھ لیجئے اب۔ یہاں تو معاملہ اُلٹا ہو گیا ہے۔

مولوی صاحبان تو ایک زمانے سے لڑ بھڑ رہے ہیں کہ عورت چہرہ چھپائے ورنہ شرعی پردہ نہیں ہو گا جبکہ قرآن کہتا ہے کہ عورت کیلئے پردہ ہی ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے کم از کم عورت کی جلدی پہچان ممکن ہو۔ جلدی پہچان کیوں ممکن ہو تا کہ معلوم ہو سکے کہ فلاں عورت کس کی بہو بیٹی ہے اور پھر کسی اوباش کو ایسی باعزت عورت کو ستانے سے پہلے دس بار سوچنا پڑے۔ چہرے کے پردے پر مَیں الگ سے عنوان قائم کرکے تھوڑی سی بحث کرنا چاہ رہا تھا لیکن پھر مَیں نے سوچا کہ اِسی موضوع کے ساتھ ہی متصل یہ بحث کر دی جائے تو بہتر ہے۔

ایک بات پوری شدّت سے ذہن نشین کر لیں کہ آجکل عورت کیلئے مستقل طور پر چہرے کا پردہ کرنا قانونی جرم بن چکا ہے۔ اِس کی اخلاقی قباحتوں میں سے ایک تو وہی ہے جو قرآن نے بیان کر دی کہ چہرے کے پردے سے عورت کی پہچان غارت ہو جاتی ہے اور وہ ایک گمنام وجود یعنی بلائنڈ سپاٹ بن کر رہ جاتی ہے اور ویسے بھی اِس وقت پوری دنیا میں عورت اپنی قانونی شناخت کیلئے عملی طور پر چہرے کے پردے کو ترک کر چکی ہے پس بہت اچھا ہو اگر یہی اہتمام وہ روز مرّہ کی زندگی میں بھی کر لے۔

چہرہ چھپانے کی دوسری اخلاقی قباحت یہ ہے کہ اِس سے عورت کی انفرادی پہچان کو شدید نقصان پہنچتا ہے یعنی کوئی بھی مرد چہرہ چھپا کر عورت کی جعلی شناخت اپنا سکتا ہے۔ پس ایسی صورت میں اگر کوئی مرد جرم کا ارتکاب کر لے تو قانونی ادارے یہی سمجھتے رہیں گے یہ جرم کسی عورت نے کیا ہے۔ پس یہ عورت ذات کی توہین ہے۔ قدیم زمانے سے لیکر آج تک صرف چور اور ڈاکو ہی چہرہ چھپاتے آئے ہیں، نہ معلوم یہ نوبت ایک شریف زادی کو کیسے پیش آ گئی۔ عورت کوئی چلتا پھرتا جنسی کھلونا نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں اور چہرہ چھپا کر خود کو ایک عجیب نمونے کی حیثیت سے

معاشرے میں پیش کرتی پھرے۔ ایسی بیہودہ پابندی خدا کے قانون میں موجود نہیں ہے بلکہ لوگوں کی اپنی گھڑی ہوئی ہے جس کا خدا کے دین سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ پس یہ کسی پشتون یا قدیم ایرانی کلچر کا تو حکم ہو سکتا ہے، اسلام ایسے نامعقول احکام نہیں دیتا۔ چہرے کے پردے پر سے رواجات کی دھند ہٹا کر اب ضروری ہے کہ پردے کے حوالے سے ہم قرآن کی ایک اور آیت پر بھی غور کر لیں تاکہ یہ بحث مکمل ہو جائے۔ پردے کے متعلق یہ ایک حتمی اور جامع آیت ہے۔

وَ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ وَ یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَہُنَّ وَ لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِہِنَّ وَ لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا لِبُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اٰبَآئِہِنَّ اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اَبۡنَآئِہِنَّ اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اِخۡوَانِہِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اِخۡوَانِہِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اَخَوٰتِہِنَّ اَوۡ نِسَآئِہِنَّ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُنَّ اَوِ التّٰبِعِیۡنَ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَظۡہَرُوۡا عَلٰی عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِہِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِہِنَّ ؕ وَ تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا اَیُّہَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۔

اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (سینے) ظاہر نہ کریں مگر جو ظواہرات (ہاتھ اور پاؤں) میں سے ہیں (وہ کھلا رکھ سکتی ہیں)۔ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے

رکھیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ (سُسر) پر یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہر کے بیٹوں (سوتیلے بیٹوں) پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں (بھتیجوں) پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں (بھانجوں) پر یا عام عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ایسے خادم مردوں پر جو کچھ غرض نہیں رکھتے یا پھر ایسے لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی جنسی کشش سے واقف نہیں ہوئے۔ وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر مار کر نہ چلیں کہ اُن کی چھپی ہوئی زینت معلوم ہو جائے۔ اور اے ایمان والو! تم سب مل کر اللہ کی طرف رجوع کرو تا کہ تم فلاح پا سکو۔ (سورہ النور۔ آیت 31)

بتائیے آیت مذکورہ میں کونسی اُلجھن ہے جس کو سمجھنے کیلئے صَرف و نحو، فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کے دقیق علوم کی ضرورت پڑ رہی ہو؟۔ دین کوئی قدیم یونانی تکنیکی فلسفہ نہیں ہے جس کو سمجھنے کیلئے افلاطون یا ارسطو کے کچھ خاص اُصولوں پر مہارت ضروری ہے جس کے بعد یہ سمجھ آتا ہے۔ قرآن کے سادہ احکام جو ایک عام بدو (عرب دیہاتی) چلتے پھرتے سمجھ لیتا آج مولوی صاحب بضد ہے کہ اِسے امیر خسرو کی پہیلی بنا کر ہی دَم لے گا۔

آیات کے ترجمے میں مَیں نے الفاظ کے مفہوم کی رعایت رکھی ہے تاکہ یہ سمجھنے کیلئے آسان ہو جائے ورنہ آپ چاہیں تو کوئی بھی سادہ اُردو لفظی ترجمہ بھی دیکھ سکتے ہیں۔ جیسے سورہ الاحزاب کی درج بالا آیت کی تفسیر بیان کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی ایسے ہی سورہ النور کی اِس آیت کی بھی تشریح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سادہ ترجمہ ہی اپنا اصلی فہم متن سے نکال کر رکھ دیتا ہے۔

پردے کے حوالے سے اب دو بنیادی اُصول قرآن سے ثابت ہو جاتے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ قرآن عورت کیلئے کسی خاص لباس کی پابندی لازم نہیں کرتا، مطلب جو لباس پہلے سے کسی کلچر میں عام ہے، وہی ایک مؤمنہ عورت کیلئے بھی ضروری ہے۔

دوسرا بنیادی اُصول یہ ہے عورت نامحرم سے اپنی زینت یعنی خاص کر اپنے سینے کے اُبھار چھپا کر رکھے گی اور اِس کیلئے قرآن نے جلباب یعنی دوپٹے کو سینہ پر لٹکانے کا حکم دے دیا ہے۔ پس اگر کسی ضرورت کے پیشِ نظر عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو اپنے اُسی دوپٹے سے جو وہ عام طور پر گھر میں اوڑھے ہوئے ہے، اپنے سینے کو اچھی طرح چھپا لے۔ بس اِس کے علاوہ نہ کسی خاص حجاب کی ضرورت ہے نہ ایشیائی نقاب کی اور نہ ہی عربی عبایا اور پاکستانی ٹوپی والے برقع کی۔

یہ تو ہو گئی قرآنی احکام کی بات، اب ذرا کلچر پر بھی بات لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

قرآن کے مطابق ایک مؤمنہ عورت کیلئے پردہ یہی ہے جو درج بالا آیات میں بیان کر دیا گیا ہے۔ دنیا کے ہر خطے کا اپنا ایک مقامی کلچر ہوتا ہے جیسے قدیم ہندوستانی کلچر میں عورت ایک شٹل کاک برقع کرتی رہی ہے جو آجکل دیہاتوں میں بھی مروّج نہیں رہا۔ یہ ٹوپی والا برقع ہماری والدہ کے دَور تک تو عام تھا لیکن اب بوڑھی جوان سبھی عورتیں ہمارے ہاں بھی عربی عبایا پہننے لگی ہیں کیونکہ مولوی صاحب نے عموماً یہ تاثر دیا ہے کہ عربی عبایا جسے انگریزی میں گاؤن کہا جاتا ہے شرعی پردے کے عین مطابق ہے۔ حالانکہ موجودہ عبایا سے کہیں زیادہ بہتر وہ پرانا ٹوپی والا برقع ہے جس میں ایک ثقافتی وقار بھی پایا جاتا ہے لیکن وہ اب کم ہو گیا ہے کیونکہ اُس پر ریشمی کڑھائی کا کام نہیں ہوتا جبکہ عبایا تو ایک مہنگا ترین فیشن بن چکا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ قرآن اِن ثقافتی جھمیلوں میں نہیں پڑتا اِس لئے اُس نے بنیادی اُصول سادہ طریقے سے بیان کر دیئے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر مشرقی پنجاب کی عورتوں کا لباس بہت پسند ہے۔ یہ لباس عموماً لباس اور پردے دونوں ضروریات کو بیک وقت پورا کر دیتا ہے اور سب سے متعجب لباس یہ موجودہ عبایا معلوم ہوتا

ہے جس میں ایک بالکل غیر ضروری زحمت عورت پر ڈال دی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لباس کی حد تو معقول ہے لیکن پردے کے لحاظ سے یہ سوائے عورت کا کُرتا اور شلوار چھپانے کے کوئی مزید پردہ پوشی نہیں کرتا۔ البتہ فیشن کی بات کی جائے تو آج لاکھوں روپے کے عبایے پاکستانی مارکیٹ میں عام مل رہے ہیں۔

بہرحال یہ بحث فضول ہے کہ عورت کیا پہنے اور کیا نہ پہنے ہاں چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کے علاوہ جو لباس اِس کی طبیعت کے مطابق ہو پہن لے، اِس میں خواہ مخواہ کی پابندیوں کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ بس شرط یہ ہے کہ کوئی بھی لباس پہنتے وقت صرف چہرہ، ہاتھ اور معقول حد تک سر کے بال ظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے، یہ نہ ہو کہ کوئی لبرل مؤمنہ میرے اِس فہم سے اسکرٹ کا کوئی جواز نکال لے۔

☆☆☆☆☆



سید المجاذیب خواجہ نعمان نیئرؔ کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں ۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect "کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی موٴلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔